ہندوستان میں ادب نہج البلاغہ کا فروغ

ایک جائزہ

ڈاکٹر سید حسنین اختر
لیکچرر شعبۂ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد

عربی ادب میں قرآن، فصاحت و بلاغت کا ارفع و اعلیٰ نمونہ ہے۔ قرآن کے بعد حدیث رسول اکرمؐ میں ہمیں اس کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ قرآن و حدیث کے بعد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا کلام ہے جو ان دونوں سرچشموں سے کما حقہ فیض یاب ہوئے۔ تمام علماء عرب و عجم اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرمؐ کے بعد علیؑ بن ابی طالب افصح العرب اور امام البلاغہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کا کلام آپ کی حیات طیبہ میں ہی آپ کے اصحاب نے جمع کرنا شروع کر دیا تھا تا کہ آنے والی نسلیں اس دریائے علم سے سیراب ہوسکیں۔ آپؑ کی زندگی میں جن اصحاب نے آپؑ کے کلام کی تدوین کی اُن میں ابورافع [۱] الحارث الاعور الہمدانی [۲] الاصبغ بن نباتہ التمیمی [۳] اور زید بن وہب الجہنی [۴] وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امیرؑ المومنین کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ مشہور مورخ مسعودی [۵] کے اس قول سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قریب ۴۸۰ خطبات علیؑ عوام میں متداول تھے جو آپ نے فی البدیہ ارشاد فرمائے۔ [۶] انہی جواہر پاروں کو سید شریف رضی (متوفی ۴۰۶ھ) نے ۴۰۰ھ میں کتابی صورت میں جمع کیا اور اُن کی علمی و ادبی اہمیت کے پیش نظر کتاب کا نام نہج البلاغہ رکھا۔

جیسے ہی نہج البلاغہ معرض وجود میں آئی علماء نے اس کی طرف توجہ کی۔ لیکن ایک طبقہ نے اس کے استناد پر شکوک وشبہات کا اظہار بھی کیا مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ ڈھائی سوسا سال تک نہج البلاغہ کے استناد پر کوئی اعتراض سامنے نہیں آیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس پر اعتراض کیا وہ ابن خلکان تھا جس کا سن وفات ۶۷۱ھ ہے۔ ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وفیات الاعیان'' میں نہج البلاغہ کو شریف رضی کے بڑے بھائی سید شریف مرتضیٰ کی تالیف بتاتے ہوئے اس کے استناد پر شک کا اظہار کیا۔ [۷] اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان شکوک وشبہات میں غالبًا ایک طرف تو بعض شک

کرنے والوں کی کم علمی کا دخل تھا تو دوسری جانب بعض لوگوں کی تنگ نظری اس کتاب کی امیرؑ المومنین کی طرف نسبت کو صحیح ماننے میں حائل تھی۔ لیکن ان تمام شکوک و شبہات کو جس چیز نے سب سے زیادہ تقویت پہونچائی وہ سید رضی کا اس میں حوالوں کا التزام نہ رکھنا تھا۔ اس کی ضرورت انہوں نے شاید اس لئے محسوس نہ کی ہو کہ، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، امیرالمومنینؑ کے خطبات عام و متداول تھے اور عربی ادب و تاریخ کی کتابوں میں مذکور تھے۔ چنانچہ علماء کے دوسرے طبقہ نے اس کتاب کی امیرؑ المومنین کی طرف نسبت کو دلائل و براہین کے ذریعہ صحیح ٹھہرایا۔ اس طرح یہ کتاب اہل علم و ادب کے درمیان ایک علمی بحث کا موضوع بن گئی لہٰذا بلا تفریق مذہب و مسلک متعدد لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں اور اس کے مختلف ابعاد پر مقالات تحریر کرکے عوام کو اس کی اہمیت سے روشناس کرایا جو سلسلہ آج تک جاری ہے۔

ہندوستان ہمیشہ سے ہی مختلف قوموں اور ادیان کا گہوارہ رہا ہے۔ مسلمانوں کی اس سرزمین پر آمد کا سلسلہ قرن اول سے ہی شروع ہوگیا تھا۔ اُن کی علمی و ادبی سرگرمیاں اُن کے سندھ میں بسنے کے ساتھ ساتھ ہی شروع ہوگئیں۔ مسلمانوں کی علمی و ادبی سرگرمیاں صرف شعر و ادب، فقہ، حدیث، تفسیر اور تاریخ تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ انہوں نے طب، علم ہندسہ اور منطق و فلسفہ پر بھی زبردست کام کیا۔ عربی وفارسی کتابوں کی تفسیر وتشریح اور مختلف ہندوستانی زبانوں میں اُن کے تراجم کئے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد سرزمین ہند نے بھی علوم اسلامیہ کے فروغ میں مرکزیت حاصل کرلی اور بڑے بڑے علماء پیدا کیے جنہوں نے علم کے دریا بہا کر پیاسوں کو سیراب کیا۔

جہاں تک نہج البلاغہ اور اُس کے علوم کی ترویج و اشاعت کا تعلق ہے تو ہماری معلومات کے مطابق ہندوستان میں یہ سلسلہ گیارہویں صدی ہجری میں شروع ہوتا ہے۔ ابتداء سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک یہ کام کتاب کے تراجم اور تفسیری حواشی تک محدود رہا۔ مزید برآں اِن میں بعض علماء کے کام کی نوعیت صرف ایک یا دو خطبہ کی شرح تک ہی محدود رہی۔ اس سلسلے میں خاص طور پر اکثر لوگوں نے نہج البلاغہ کے مشہور خطبہ شقشقیہ کی شرح کی۔ نہج البلاغہ سے متعلق دیگر موضوعات پر چودہویں صدی کے علماء نے کام شروع کیا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہاں ہم اُن شخصیات کا ذکر تاریخی اعتبار سے کرنا چاہیں گے جنہوں نے مختلف ادوار میں ہندوستان میں رہتے ہوئے علوم نہج البلاغہ کے فروغ میں حصہ لیا۔ ان میں کچھ علماء وہ ہیں جن کی کتابیں دست برد زمانہ کا شکار ہوگئیں اور

آج دستیاب نہیں ہیں لیکن اُن کا ذکر تذکروں میں ضرور ملتا ہے۔ ہم یہاں یہ بھی واضح کرنا چاہیں گے کہ ہندوستان سے ہماری مراد غیر منقسم ہندوستان ہے یعنی برصغیر۔ اگر چہ ۱۹۴۷ء میں برصغیر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا، لیکن سیاسی سرحدوں کی تقسیم کے باوجود، خطّہ کی تہذیب و ثقافت تقسیم نہ ہوسکی۔ چنانچہ یہ تہذیبی و ثقافتی یکسانیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہم سرحد کے اُس پار کا بھی ذکر کریں۔ لیکن ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ ہم وہاں کی علمی و ادبی سرگرمیوں سے کما حقہ واقف نہیں۔ اس کا واحد سبب وہ سیاسی حد بندیاں اور ہتھکنڈے ہیں جن کا برصغیر شکار ہو رہا ہے۔ بہرحال ہم نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اس موضوع پر پاکستانی اسکالرس کی قلمی کاوشوں کا بھی ذکر کیا جائے۔

۱۔ تاریخی اعتبار سے اس موضوع پر کام کرنے والے ہندوستانی علماء میں سب سے پہلے ہم شیخ حسین بن شہاب الدین خاندار بن حسین الآملی الکرکی (متوفی ۱۰۷۶ھ) کا نام لے سکتے ہیں۔[۸] جن کا شمار گیارہویں صدی ہجری کے مقتدر علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے نہج البلاغہ کی ایک بسیط شرح لکھی۔ شیخ حسین اپنے عہد کے عالم و فاضل اور ادیب و شاعر تھے۔ اس کے علاوہ طب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ شیخ حُرالآملی کے معاصرین میں سے تھے۔ ۱۰۱۴ھ کے قریب پیدا ہوئے، اصلاً عرب تھے کرک وطن تھا، مگر مدت تک ایران و دکن میں رہے، دکن میں عبداللہ قطب[۹] شاہ کے دور میں اصفہان سے حیدرآباد منتقل ہوگئے، جہاں عرب وعجم کے علماء عزت و احترام کی زندگی بسر کررہے تھے، تصنیف و تالیف کی قدرتھی وہیں چونسٹھ سال کی عمر میں ۱۹ صفر ۱۰۷۶ھ کو وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں شرح کبیر برنہج البلاغہ کے علاوہ عقود الدرر فی حل اثبات المطول والمختصر، کتاب کبیر و کتاب صغیر در طب، کتاب ہدایۃ الابرار در اصول دین اور دیوان اشعار عربی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[۱۰]

۲۔ بارہویں صدی ہجری کے علماء میں ایک اہم نام شیخ علی حزیں کا ہے۔ حزیں کا شمار اپنے دور کے جید علماء اور فارسی زبان کے اہم شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کا پورا نام محمد علی بن ابی طالب تھا جو شیخ علی حزین کے نام سے مشہور ہوئے۔ اصفہان میں پیدا ہوئے۔ ایران، عراق، حجاز اور ہندوستان وغیرہ کے متعدد شہروں کا سفر کیا اور مختلف مذاہب و افکار کا مطالعہ کیا۔ اس دور کے سیاسی و سماجی ہنگاموں اور شورش سے بیزار ہوکر گوشہ نشینی کی طرف راغب ہوئے۔ چنانچہ بنارس کو اپنا مسکن قرار دیا، جہاں فاطمان نامی عزا خانہ بنایا جو آج بھی بنارس میں مراسم عزاء کا مرکز ہے۔ ۱۱رجمادی الاولیٰ ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء کو رحلت کی اور فاطمان میں دفن ہوئے۔ شیخ علی حزیں سادہ بیان، بلیغ

الکلام اور نفیس اسلوب نگارش رکھتے تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ، ادب ومنطق وفلسفہ وغیرہ پر متعدد تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہونچتی ہے۔ انہی تصانیف میں نہج البلاغہ کے بعض خطبات کی فارسی زبان میں شرح بھی ہے۔[۱۱]

۳۔ تیرہویں صدی کے اواسط و اواخر میں علماء کی ایک کثیر تعداد نے اس موضوع پر کام کیا، لیکن اکثر علمی کاوشیں نہج البلاغہ کے تراجم یا اس کے مختلف خطبات کی شرح تک ہی محدود رہیں۔ اس دور کے جن علماء نے نہج البلاغہ کی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لیا اُن میں مفتی میر محمد عباس التستری (متوفی ۱۳۰٦ھ) کا نام نامی سرفہرست ہے۔مفتی صاحب کا شمار ہندوستان کے مقتدر علماء میں ہوتا ہے، آپ برصغیر کے اُن علماء میں ہیں جن کی جامعیت وعلمیت مسلّم ہے۔ اُن کی تالیفات ہمہ گیر اور بے حد وقیع ہیں۔ مرتضیٰ حسین فاضل کے مطابق آپ کی ڈیڑھ سو سے زیادہ کتابیں مطبوعہ ہیں اور اُس سے زیادہ غیر مطبوعہ[۱۲]۔ تذکرۂ بے بہاء میں آپ کی سو سے زیادہ کتابوں کے نام درج ہیں[۱۳]۔ صاحب الذریعۂ کے مطابق آپ نے نہج البلاغہ کے مشہور خطبہ شقشقیہ کی فارسی شرح نواب معتمدالدولہ مختار الملک سید محمد خاں ضیغم جنگ کی خواہش پر فرمائی جو ۱۲۸۷ھ میں شائع ہوئی۔ نسخے کے حواشی پر آپ کی عربی میں تعلیقات بھی ہیں۔[۱۴]

جناب مفتی صاحب طاب ثراہ کے علاوہ اس عہد میں مندرجہ ذیل حضرات نے بھی اپنی تحریری کاوشوں کے ذریعہ نہج البلاغہ کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔

۴۔ راجہ امداد علی خاں بن رحمان بخش (متوفی ۱۲۹۲ھ) نے خطبہ شقشقیہ کی شرح کی۔ امداد علی خاں کنتور میں پیدا ہوئے۔ کنتور اور لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ مذکورہ شرح کے علاوہ آپ کی تصانیف میں قرآن مجید کی تفسیر اور مقامات حریری کی شرح بھی ہے۔[۱۵]

۵۔ تاج العلماء مولانا سید علی محمد بن سلطان العلماء مولانا سید محمد بن آیت اللہ غفرانمآب علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۱۲ھ) نے بھی اردو میں خطبہ شقشقیہ کی شرح فرمائی۔ آپ کا شمار اپنے دور کے جید علماء میں ہوتا ہے۔ آپ اردو، عربی و فارسی کے علاوہ عبرانی زبان میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اردو میں لکھنا زیادہ پسند فرمایا چنانچہ آپ کی اکثر تصانیف اردو زبان میں ہیں۔ مذکورہ بالا شرح کے علاوہ قرآن مجید کا مع حواشی اردو میں ترجمہ کیا اور بعض سورتوں کی تفسیر بھی قلم بند فرمائی۔ آپ اردو اور عربی میں شعر بھی کہا کرتے تھے چنانچہ ایک عربی دیوان زاد

قلیل کے نام سے آپ کی یادگار ہے ۔[۱۶]

۶۔ تاج العلماء کے ایک شاگرد نواب زوار علی خاں رئیس حسین آباد ضلع مونگیر بہار (متوفی ۱۳۲۵ھ) نے بھی نہج البلاغہ کی ایک شرح اردو میں تحریر فرمائی جس میں ابن ابی الحدید کی اغلاط پر تفصیل سے بحث ہے۔ حالانکہ آپ ایک ریاست کے امیر تھے مگر علم سے شغف تھا، عربی و فارسی میں شعر گوئی بھی فرماتے تھے چنانچہ اس شرح کے علاوہ آپ کی تصانیف میں عربی و فارسی کے شعری دیوان بھی ہیں۔[۱۷]

۷۔ سلطان العلماء مولانا سید محمد کے بڑے فرزند اور تاج العلماء کے برادر بزرگ مولانا سید علی اکبر (متوفی ۱۳۲۷ھ) علوم رسمیہ کے فارغ التحصیل تھے۔ ڈپٹی کلکٹر اور منصف رہے، تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کی تصانیف میں خطبہ شقشقیہ کی شرح التوضیحات الحقیقیۃ کے نام سے ملتی ہے۔[۱۸] مرتضیٰ حسین فاضل کے مطابق اُن کی دوسری تصنیف اسرار حکمت خطبۂ نملیہ و طاؤسیہ کے ترجمہ پر مشتمل ہے ۔[۱۹]

۸۔ گذشتہ دور کی طرح تیرہویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے اوائل سے تعلق رکھنے والے علماء کی ایک بڑی تعداد نے بھی اس موضوع پر کام کیا۔ اس دور کی ایک خاص بات یہ رہی کہ اردو کے علاوہ دو دیگر ہندوستانی زبانوں کو بھی ادب نہج البلاغہ سے مزین کیا گیا۔ نواب میر محمد حسن علی خاں خیر پوری نے سندھی زبان میں نہج کا منظوم ترجمہ کیا۔ نواب میر محمد حسن علی خاں ابن میر محمد نصیر خاں نوابین خیر پور میں تھے، ۱۲۴۰ھ میں حیدرآباد کے قلعہ میں پیدا ہوئے اور ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں اپنے وطن میں انتقال کیا اور حرم امامؑ مظلوم کربلائے معلیٰ میں ۱۳۳۰ھ میں تدفین ہوئی۔ آپ نے فارسی اور سندھی زبان میں تصنیف و تالیف کا کام کیا ۔[۲۰]

۹۔ دوسرا ترجمہ اور شرح گجراتی زبان میں مولوی غلام علی بھاؤنگری کا ہے۔ صاحب الذریعہ نے انہیں اپنا معاصر لکھا ہے اُن ہی کے مطابق ان کے اس ترجمہ کا دوسو صفحات پر مشتمل جزء اوّل شائع ہو چکا ہے۔ مزید برآں اُن کی گجراتی زبان میں دیگر تصانیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ آغا بزرگ لکھتے ہیں کہ مولوی غلام علی بن اسماعیل ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۲ھ کے آس پاس زیارات عتبات عالیات سے مشرف ہو کر کراچی لوٹے جہاں انہوں نے گجراتی زبان میں ایک مجلّہ راہ نجات کے نام سے جاری کیا اور ۱۳۶۷ھ کے قریب کراچی میں وفات پائی۔[۲۱] مولانا مرتضیٰ حسین

فاضل نے مطلع انوار میں ایک حاجی غلام علی بن حاجی اسماعیل کاٹھیاواڑی کا ذکر کیا ہے۔جس میں اُن کی تاریخ ولادت ۱۲۸۰ھ کے آس پاس اور تاریخ وفات ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء درج کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں،'' حاجی غلام علی بن حاجی اسماعیل کاٹھیاواڑ گجرات کے مبلغ وخطیب وادیب ومصنف تھے وہ کسی مدرسہ سے پڑھ کر تو نہیں نکلے مگر خواجہ اثنا عشری جماعت کے مذہبی امور کے سربراہ ضرور رہے۔ غلام علی پرہیزگار خوش اخلاق، خوش لہجہ اور باا ثر بزرگ تھے۔ انہوں نے اصول دین وفروغ دین واخلاق پر متعدد کتابیں لکھیں۔ ۲۲ لگتا ہے یہ وہی غلام علی ہیں جن کا الذریعہ میں ذکر ہوا۔لیکن تعجب ہے کراچی میں اُن کی سکونت ہونے کے باوجود مرتضیٰ حسین صاحب نے اُن کا ذکر اتنے مختصر الفاظ میں کیا اور اُن کی کتابوں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

مذکورہ بالا دوحضرات کے علاوہ اسی دور میں درج ذیل علماء کرام نے بھی نہج البلاغہ کی شرح وترجمہ کا کام انجام دیا۔

۱۰۔مولانا سید احمد حسین امروہوی بن سید رحیم علی التوفی ۱۳۲۸ھ کی اردو میں ایک نامکمل شرح کا ذکر مختلف تذکروں میں ملتا ہے۔۲۳ آپ مفتی میر عباس صاحب قبلہ کے شاگردوں میں سے تھے۔

۱۱۔مولانا مولوی محمد حسین لکھنوی ابن مولانا سید حسین زیدی بارہوی التوفی ۱۳۳۷ھ اپنے وقت کے جیّد علماء میں شمار کیے جاتے تھے، علماء عراق نے محقق ہندی کے خطاب سے نوازا۔ صاحب تذکرہ بے بہاء کے مطابق آپ نے نہج البلاغہ کا اردو ترجمہ بھی کیا تھا۔ ۲۴

۱۲۔حجۃ الاسلام مولانا سید اولاد حسن امروہوی بن مولانا سید محمد حسن صاحب قبلہ (پیدائش ۱۲۶۸ھ وفات ۳۰ رجب ۱۳۳۸ھ) جناب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے جن کا اپنے دور کے علماء کبار میں شمار ہوتا ہے، امروہہ کے امام جمعہ والجماعت تھے۔آپ کی دیگر تصانیف کے ساتھ الاشاعہ کے نام سے اردو زبان میں بہت عمدہ اور سلیس شرح بھی ہے۔علم میراث میں آپ کو یدطولی تھا نیز آپ بہت عمدہ شاعر بھی تھے چنانچہ آپ کے سلام وقصائد کے علاوہ میراث کے کل مسائل پر تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) غیر مطبوعہ رباعیاں بھی ہیں جن کی تدوین وترتیب کا کام آپ کے پرپوتے مولانا ڈاکٹر احسن اختر سلمہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

۱۳۔مولانا محمد اعجاز حسن بدایونی ابن مولانا جعفر حسن ابن مولانا علی حسین (پیدائش ۱۲۹۸- وفات ۱۳۵۰ھ) کی مطبوعہ تصانیف میں'' حل لغات نہج البلاغہ'' کے عنوان سے نہج البلاغہ کی لغوی

شرح بھی ملتی ہے جس میں آپ نے نہج کے مشکل الفاظ کی شرح فرمائی ہے۔ ۲۵؎ آپ حضرت محمد بن ابی بکر کے اخلاف میں سے تھے۔

۱۴۔ فخر الحکماء مولانا سید اظہر ابن مولانا سید حسن ماہنامہ اصلاح کے سبب ہندوستان میں شیعی صحافت کی تاریخ میں ایک اہم مقام کے حامل ہیں۔ آپ رمضان ۱۲۷۷ھ کو کھجوا ضلع سارن بہار میں پیدا ہوئے اور ۱۲/شعبان ۱۳۵۲ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ نے ۱۳۱۵ھ میں ماہنامہ اصلاح جاری کیا جسے آپ کے صاحبزادے مولانا سید علی حیدر اور اُن کے بعد مولانا محمد باقر نے اس طرح فروغ دیا کہ ادارہ اصلاح برصغیر کی اسلامی صحافت میں ایک اہم مقام کا حامل ہوگیا اور آپ حضرات نے اصلاح کے ذریعہ دین اسلام کی وہ زبردست خدمات انجام دیں جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ مولانا علی اظہر نے اصلاح کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں تقریباً ۲۵ تصانیف اپنی یادگار کے طور پر چھوڑیں ان میں ایک نہج البلاغہ کا اردو ترجمہ بھی ہے۔ ۲۶؎ کتاب کے حواشی پر آپ کی شرحی تعلقات بھی ہیں۔ آپ کا یہ ترجمہ رسالہ ''الکلام'' میں بھی شائع ہوا۔ ۲۷؎

۱۵۔ مولانا سید سبط حسن ابن مولانا سید وارث حسین جائسی (پیدائش ۱۲۹۶ھ وفات ۲۸ محرم ۱۳۵۴ھ) اپنے وقت کے جید علماء و ذاکرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے نہج البلاغہ کے ایک مختصر سے خطبہ کی شرح فرمائی ہے۔ ۲۸؎ یہ خطبہ، جس کا پہلا جملہ اس طرح ہے ''لِلّٰہِ بَلاَءُ (أوبلاد)فلانٍ فقد قوّم الأوَدَ...'' نہج البلاغہ کے مختصر ترین خطبات میں سے ہے۔ ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ یہاں ''فلاں'' سے مراد حضرت عمر ہیں۔ چنانچہ یہ شرح تاریخی شواہد اور دوسرے شارحین کے اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے ابن ابی الحدید کے اس قول کے رد میں عربی زبان میں لکھی گئی ہے اور خطبہ کے پہلے جملے میں وارد ہوئے الفاظ کی مناسبت سے اس کا نام ''تقویم الأود فی مداواۃ العمد'' ہے۔

۱۶۔ ظہیر الملّت مولانا سید ظہور حسین ابن سید زندہ علی (پیدائش ۱۲۸۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ) اپنے دور کے علماء کبار میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مرتضیٰ حسین فاضل کے مطابق آپ کے عربی زبان میں نہج البلاغہ پر مطبوعہ کتابی شکل میں حواشی ہیں۔ ۲۹؎

۱۷۔ مولانا سید وارث حسن جائسی کے چھوٹے صاحبزادے سید ظفر مہدی گہرجائسی (وفات ۱۳۶۰ھ) نے بھی نہج البلاغہ کی اردو شرح ''سلسبیل فصاحت'' کے نام سے شروع کی تھی لیکن

عمر نے وفا نہ کی اور شرح نامکمل رہی۔ اس شرح کا پہلا حصہ راجہ صاحب محمود آباد نے بڑی نفاست و اہتمام سے شائع کرایا۔۳۰

اب ہم چودہویں صدی ہجری کے اواسط سے لیکر موجودہ دور تک نہج البلاغہ سے متعلق برصغیر میں جو علمی کاوشیں منظر عام پر آئیں اُن کا ایک اجمالی جائزہ پیش کرنا چاہیں گے۔ اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ علما دین کے علاوہ دیگر علماء و دانشوروں نے بھی اس طرف توجہ فرمائی اور نہج البلاغہ کی تعلیمات کو جدید علوم کے تناظر میں دیکھا نیز نئے زمانے کے تقاضوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے نہج البلاغہ کے مخفی خزانہ کی بازیافت کی کوشش کی۔ مزید برآں بعض حضرات نے نہج البلاغہ کے دیگر پہلوؤں مثلاً استناد وادبی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی۔ یہاں ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس دور میں حالانکہ اکثر کام اردو زبان میں ہوا لیکن بعض لوگوں نے انگریزی زبان میں بھی قلمی کاوشیں انجام دیں۔ لہٰذا ہم یہاں موجودہ دور میں نہج البلاغہ پر کام کرنے والے حضرات کو دو طبقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

ایک طبقہ وہ ہے کہ جس نے نہج البلاغہ کے ترجمہ و شرح کا کام کیا۔ اس زمرہ میں مندرجہ ذیل حضرات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۔سید ذاکر حسین اختر دہلوی یا بریلوی (پیدائش ۱۳۱۵ھ وفات ۱۳۷۲ھ) نے نہج البلاغہ کا اردو میں آزاد ترجمہ کیا جو نیرنگ فصاحت کے نام سے مطبع یوسفی دہلی سے شائع ہوا۔ آپ کا یہ ترجمہ عوام میں کافی مشہور ہوا لیکن اس ترجمہ کی خامی یہ ہے کہ آزاد ترجمہ ہونے کے سبب بعض مقامات پر متن کے اصل مفاہیم سے بھی آزاد ہو گیا ہے۔

۱۹۔مولانا سید علی حیدر کھجوی (پیدائش ۱۳۰۳ھ وفات ۱۳۸۰ھ)

مولانا سید علی اظہر، کے فرزند اور لائق جانشین تھے جنہوں نے اپنے والد کے علمی و دینی مشن کو اصلاح اور دیگر علمی رسالوں کے ذریعہ آگے بڑھایا۔ آپ نے نہج البلاغہ کے ۱۰۷ خطبات کا اردو ترجمہ اور شرح کی جو شروع میں تو رسالہ الکلام میں قسط وار شائع ہوئی پھر بعد میں کتابی شکل میں بھی سامنے آئی۔ مولانا علی حیدر نے اس ترجمہ کے علاوہ متعدد وقیع کتابوں کے اردو میں تراجم کئے جن میں قرآن مجید کا نا تمام ترجمہ وتفسیر اور احقاق الحق کا ترجمہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ تقریبا بیس مطبوعہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں،(۳۱)۔

۲۰۔مولانا سید خورشید حسن امروہوی بن سید اکبر حسین (پیدائش ۱۳۱۱ھ وفات ۱۳۸۸ھ)

نجم الملّت مولانا سید نجم الحسن قبلہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ نے اردو زبان میں نہج البلاغہ کی شرح تحریر فرمائی۔ اس شرح کے علاوہ نجم الزائر اور جوامع الکلم کا ترجمہ بھی طبع شدہ ہیں۔ ۳۲؎

۲۱۔سید رئیس احمد جعفری ندوی (پیدائش ۱۹۱۴ء وفات ۱۹۶۸ء)

اس وقت میرے سامنے شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور سے چھپا ہوا ترجمہ نہج البلاغہ ہے اس ترجمہ کی کئی خوبیاں ہیں، پہلی خوبی یہ ہے کہ یہ صرف ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس میں شرح کے ساتھ نہج البلاغہ سے متعلق برصغیر کے چند ممتاز علماء کے مضامین بھی شامل ہیں مثلاً مولانا امتیاز علی خاں عرشی رامپوری کا گرانقدر مقالہ استناد نہج البلاغہ مرتضیٰ حسین فاضل کے دو اہم مقالے، نہج البلاغہ کا مطالعہ اور کلام علی کا عربی ادب پر اثر محمود حسن قیصر امروہوی کے دو تحقیقی اعتبار سے وقیع مقالے رجال نہج البلاغہ اور جامعین کلام امیر المومنین اس میں شامل ہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ ترجمہ برصغیر کے تین ممتاز عربی داں حضرات یعنی رئیس احمد جعفری ندوی، عبدالرزاق ملیح آبادی اور مرتضیٰ حسین فاضل نے کیا ہے۔ رئیس احمد جعفری نے خطبات کا ترجمہ کیا ہے، جبکہ مکتوبات اور اقوال امیرؑ المومنین کا ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی اور مرتضیٰ حسین فاضل نے بالترتیب کیا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ اوّل الذکر دونوں حضرات کی آراء بھی بطور مقدمہ شامل کتاب ہیں۔

رئیس احمد جعفری ندوی کا شمار جدید دور کے اردو نقادوں میں ہوتا ہے، وہ اردو عربی اور فارسی کے زبردست عالم تھے، انہوں نے لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی۔ رئیس احمد جعفری نے کتاب ہذا میں شذرات کے عنوان سے ایک بہت وقیع مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے کلام امام کی خصوصیات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ نہج البلاغہ کے استناد کے بارے میں وہ لکھتے ہیں ''جو لوگ ان خطبات کو جعلی یا الحاقی سمجھتے ہیں اُن کی رائے میرے نزدیک صحیح نہیں چونکہ موافقت ومخالفت میں بہت کچھ کہا جاچکا ہے، اس لئے کسی دلیل کے دہرانے کی ضرورت نہیں''۔ ۳۳؎ اسی سلسلے میں خطبہ شقشقیہ کی شرح کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اُمیر المومنین نے اس خطبہ میں اُن نامساعد حالات کا ذکر فرمایا ہے جو انہیں درپیش رہے اور اس استحقاق کا ذکر کیا ہے جسے تسلیم نہیں کیا گیا اور یہ سب تلخ باتیں ہیں لیکن اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملے گا جو حد اعتدال سے متجاوز ہو، کہیں بھی ایسی کوئی بات نظر نہیں آئے گی جس کی تصدیق تاریخ سے نہ ہوتی ہو۔ ۳۴؎

جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے تو حتی الامکان یہ ترجمہ لفظی کیا گیا ہے اور جہاں لفظ کے ترجمہ سے مطلب واضح نہ ہوسکا وہاں قوسین میں تشریحی الفاظ کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں خطبات میں شہروں و مقامات و واقعات کا ذکر ہے، وہاں اُن کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔ترجمہ کل ملا کر عمدہ و سلیس ہے۔

۲۲۔عبدالرزاق ملیح آبادی:- (پیدائش ۱۸۹۰ء وفات ۱۹۵۹ء)

عبدالرزاق ملیح آبادی کا شمار ہندوستان میں اپنے دور کے صف اول کے عربی داں حضرات میں ہوتا ہے ۱۹۵۰ء میں جب مولانا آزاد کے مشورہ سے حکومت ہند نے انڈین کاؤنسل فار کلچرل ریلیشنز (آئی سی سی آر) کی تاسیس کی تو یہ بھی طے پایا کہ عربی زبان میں ایک مجلّہ ''ثقافۃ الہند'' کے نام سے شروع کیا جائے چنانچہ ۱۹۵۰ء میں ہی اس مجلّہ کا اجراءعمل میں آیا اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اس کے پہلے مدیر مقرر کیے گئے جو ۱۹۵۹ء یعنی اپنی وفات تک اس عہدہ پر قائم رہے۔۳۵

نہج البلاغہ کے مذکورہ بالا اردو ترجمہ میں مولانا ملیح آبادی بھی شامل تھے آپ نے نہج البلاغہ میں شامل مکتوبات کا بہت عمدہ ترجمہ کیا۔مکتوبات کے ترجمہ سے پہلے آپ کا ایک وقیع مقدمہ بھی شامل کتاب ہے جس میں انہوں نے ان تاریخی حقائق کو،مختلف تاریخی کتب کے حوالے سے بیان کیا ہے جن کے پس منظر میں یہ مکتوبات رقم کئے گئے۔

جہاں تک خطوط کے ترجمہ کا تعلق ہے تو اس میں بھی وہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو رئیس احمد جعفری نے خطبات کے ترجمہ میں اپنایا ہے۔

۲۳۔علامہ مرزا یوسف حسین (ولادت شعبان ۱۳۱۸ھ دسمبر ۱۹۰۰ء)

آپ نے لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ مدرسۃ الواعظین سے فراغت کے بعد پاکستان ہجرت کرگئے۔ آپ نے نہج البلاغہ کا اردو میں ترجمہ اور شرح قلمبند فرمائی جو مطبوعہ ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر میزان الایمان من آیات الفرقان بھی آپ کی مطبوعہ تصانیف میں سے ہے۔

۲۴۔مفتی جعفر حسین صاحب:- (وفات ۲۹ اگست ۱۹۸۳ء)

برصغیر میں نہج البلاغہ کے جو اردو ترجمے سب سے زیادہ مقبول ہوئے ان میں مفتی جعفر حسین صاحب کا ترجمہ سرفہرست ہے۔مفتی جعفر حسین صاحب کا شمار برصغیر کے صف اوّل کے علماء شیعہ میں ہوتا ہے۔ افسوس ہے کے ان کے مفصل حالات راقم کو نہ مل سکے، انٹرنیٹ کے ذریعہ جو بھی

معلومات فراہم ہوسکیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی اور تعلیم کے بعد پاکستان ہجرت کرگئے جہاں آپ نے فرقہ امامیہ کی بہت عمدگی کے ساتھ قیادت فرمائی۔ ۱۳/اپریل ۱۹۷۸ء کو بھکر پنجاب میں پاکستان کے شیعوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا جس میں تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کا قیام عمل میں آیا۔ مفتی صاحب موصوف کو اس کا قائد مقرر کیا گیا۔ مفتی صاحب قبلہ نے دن و رات پاکستان کے شیعوں کی فلاح و بہود کے لئے کام کیا آپ نے پورے پاکستان کا دورہ کیا اور تمام شیعوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ یہ آپ کی قیادت کی خوبی اور آپ کی شخصیت کی جاذبیت اور کشش ہی تھی کہ آپ جب تک حیات رہے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ مضبوط رہی لیکن ۲۹/اگست ۱۹۸۳ء میں آپکی وفات کے بعد یہ تحریک دو خیموں میں تقسیم ہوگئی۔

مفتی صاحب کے اس ترجمہ میں آپ کے عالمانہ اور بے حد وقیع تفسیری حواشی بھی ہیں۔ آپ نے یہ ترجمہ و شرح، جیسا کہ خود آپ نے حرف اوّل میں بیان فرمایا ہے، عربی کی چند بہترین شرحوں کو سامنے رکھ کر تحریر فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ اس نسخے کی ایک بہت بری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مقدّمہ سیدالعماء مولانا سید علی نقی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کا ہے جنکا ذکر آگے آئے گا۔

۲۵۔ مولانا سید محمد صادق امروہوی ابن مولانا سید کاظم ابن نجم الملّت (پیدائش ۱۳۳۳ھ وفات ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۴ء) کا نام بھی اس دور کے مترجمین و شارحین نہج البلاغہ میں شامل ہے۔ آپ کا یہ ترجمہ اردو زبان میں ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے صحیفہ کاملہ اور قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی کیا۔[۳۶]

۲۶۔ نائب حسین نقوی امروہوی:۔ ۱۹۱۱ء کے آس پاس امروہا میں پیدا ہوئے مدرسہ ناظمیہ میں تعلیم حاصل کی۔ فرہنگ انیس آپ کی بہت مقبول ترین تصنیف ہے۔ غلام علی اینڈ سنز سے شائع شدہ مذکورہ بالا ترجمہ نہج البلاغہ کی ترتیب نائب حسین نقوی ہی کی ہے۔ نیز اس نسخے میں سید رضی کے دیباچہ کا اردو ترجمہ بھی نائب صاحب ہی کا ہے۔ ۱۹۸۳ء کے آس پاس دہلی میں انتقال ہوا۔

۲۷۔ مرتضیٰ حسین فاضل (پیدائش ۱۹۳۳ء وفات ۱۹۸۷ء)

مرتضیٰ حسین فاضل کا شمار برصغیر میں اسلامی ادب کے ستونوں میں کیا جاتا ہے۔ اسلامی ادب کے فروغ میں آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ شیخ غلام علی اینڈ سنز سے شائع شدہ ترجمہ نہج البلاغہ کے نسخے میں اقوال امیرؑ المومنین کا ترجمہ مرتضیٰ حسین صاحب

ہی کا ہے۔ علاوہ ازیں اسی نسخے میں آپ کے دو اہم مقالے نہج البلاغہ کا مطالعہ اور کلام علی کا عربی ادب پر اثر شامل ہیں۔ مؤخرالذکر مقالہ میں امیرالمومنین کے کلام کی ادبی اہمیت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن خود مقالہ نگار کے بقول یہ بحث نامکمل ہے اور اس امید کے ساتھ شروع کی گئی ہے کہ شاید کوئی اس بحث کو مکمل کردے۔ چنانچہ غالبًا فاضل صاحب ہی کی تحریک پر اس سمت میں دوسرا قدم محمود حسن قیصر نے اُٹھایا جنھوں نے ایک بسیط مقالہ ''کلام علی سے عربی ادبا و شعراء کا استفادہ'' کے عنوان سے تحریر کیا جو احباب پبلشرز نے شائع کیا۔ اس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

۲۸۔ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی تاریخ ولادت یکم ستمبر ۱۹۳۸ء وفات روز عاشورہ ۱۵/اپریل ۲۰۰۰ء

دور حاضر میں علامہ جوادی کا شمار ہندوستان کے صف اوّل کے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے تحریری، تقریری اور تنظیمی گویا کہ ہر اعتبار سے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ آپ کی ولادت قصبہ کراری جو پہلے ضلع الہ آباد کا حصہ تھا اور اب کوشامبی ضلع میں ہے، میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید محمد جواد تھا جو خود ضلع الہ آباد کے مشہور افاضل میں تھے۔ علامہ جوادی شہید باقر الصدر کے تلامذہ میں سے تھے۔ چنانچہ آپ نے شہید صدر کی ''اقتصادنا'' اور'' البانک الاسلامیہ'' کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ علاوہ ازیں آپ نے متعدد اسلامی کتابوں کے ترجمہ کی خدمت انجام دے کر اردو میں اسلامی ادب کا زبردست اضافہ فرمایا۔ اسی ضمن میں آپ کا ترجمہ وشرح نہج البلاغہ بھی ہے جو تنظیم المکاتب لکھنؤ سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمہ میں خطبات ومکتوبات کے حوالے بھی حاشیہ میں درج کردیئے گئے ہیں کہ یہ کلام نہج البلاغہ کے علاوہ اور کن کن کتب میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو اس ترجمہ کو دوسرے ترجموں سے ممتاز کرتی ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور آسان زبان میں کیا گیا ہے۔

۲۹۔ رضا علی عابدی:- ریڈیو بی بی سی سننے والے رضا علی عابدی کے نام سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے نہج البلاغہ سے منتخب ۲۷ خطبات کے تراجم کی تسہیل وترتیب کرکے انہیں ایک کتابی شکل میں ''حضرت علی کی تقریریں سلیس اور سہل زبان میں'' کے عنوان سے کراچی سے شائع کرایا۔ انہوں نے یہ کام نہج البلاغہ کو عوامی فہم وشعور سے قریب تر کرنے کے لیے کئی مترجمین اور صاحبان کمال فن کے تراجم کو اپنے سامنے رکھ کر کیا۔ جس ترجمہ میں حسین ترین اور خوبصورت ترین مترجمہ

جملے ملے اُن کو شامل کرلیا گیا ہے۔ مرتب موصوف چونکہ عربی زبان سے نا آشنا ہیں اس لیے یہ طے کرنا تو ان کے لیے یقیناً مشکل ہوگا کہ تراجم میں کون سا ترجمہ نہج البلاغہ کے عربی متن سے قریب تر ہے۔ مگر ان کا مقصد ترجمہ کو سہل اور ادبی تر بنا کر عوام کے لیے زیادہ دلچسپ اور عام فہم بنانا تھا۔ بہر حال اُن کا یہ کام یقیناً قابل ستائش ہے۔

۳۰۔ مولانا سید سبط الحسن ہنسوی (پیدائش ۱۹۱۵ء وفات ۱۹۷۸ء)

اس عہد کے فاضل محقق کتاب شناس اور رجالی و مؤرخ بزرگ تھے۔ ہمیشہ کتب خانوں سے وابستہ رہے اوّل کتب خانہ راجہ صاحب محمودآباد سے پھر مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں ڈپٹی لائبریرین رہے، متعدد عالمی علمی اداروں کے رکن تھے، ادب نہج البلاغہ میں آپ کی تصنیف منہاج نہج البلاغہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

۳۱۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی:- (پیدائش ۱۹۰۴ء وفات ۱۹۸۱ء)

مولانا عرشی برصغیر کے علماء و محققین میں ایک اہم مقام کے حامل ہیں، تحقیق آپ کا مشغلہ تھا رضا لائبریری رامپور کے ڈائرکٹر تھے۔ آپ نے نہج البلاغہ سے متعلق ایک بہت اہم اور وقیع مقالہ استناد نہج البلاغہ کے عنوان سے تحریر کیا۔

یہ مقالہ برصغیر میں لکھا جانے والا اپنی نوعیت کا پہلا مقالہ تھا۔ اس مقالہ کی علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی کی گئی، چنانچہ اس کے ترجمے عربی، فارسی اور انگریزی میں بھی شائع ہوئے۔ اس کا اردو متن تو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، شیخ غلام علی اینڈ سنز سے شائع شدہ نہج البلاغہ میں شامل ہے۔ عربی ترجمہ آئی۔سی۔سی۔آر نئی دہلی سے شائع ہونے والے عربی مجلّہ ثقافۃ الہند، جلد ۸، شمارہ ۴ (دسمبر ۱۹۵۷ء) میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں عرشی صاحب نے نہج البلاغہ کے جعلی اور الحاقی ہونے کے الزام کو مدلل طریقہ سے رد کیا ہے۔ آپ نے نہج البلاغہ کے اُن مندرجات کی نشاندہی کی ہے جو دوسری متقدم کتابوں میں موجود ہیں، اِن میں ۷۶ خطبات، ۲۹ خطوط اور ۵۱ اقوال کی نشاندہی کی گئی ہے۔ عرشی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اگر بغداد چنگیزیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد نہ ہوا ہوتا اور اس کے عدیم النظیر کتاب خانوں کو ان وحشی جاہلوں نے جلا کر خاک نہ کردیا ہوتا تو آج اس (نہج) کے ایک ایک جملہ کا حوالہ ہمارے سامنے ہوتا''۔ مختصر یہ ہے کہ اس موضوع پر یہ مقالہ بہت اہم اور وقیع ہے۔

۳۲۔ مہدی نظمی (ولادت ۲۳ اپریل ۱۹۲۳ء وفات ۳۰ مئی ۱۹۸۷ء)

مولانا اولاد حسن شاعر لکھنوی کے بڑے صاحبزادے مہدی نظمی ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے وہ ایک زودگو شاعر، بہترین ادیب، نقاد اور صحافی تھے۔ غرض کہ وہ علم ادب کے ہر میدان کے شہسوار تھے۔ نہج البلاغہ کے سلسلے میں بھی آپ کی دو گرانقدر تصانیف منظر عام پر آئیں۔ ایک ''حرف دانش'' اور دوسری ''نہج البلاغہ کے ہزار سال'' دونوں کتابیں ۱۹۸۵ء میں ابو طالب اکیڈمی دلّی سے شائع ہوئیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابوطالب اکیڈمی کے مؤسس خود مہدی نظمی صاحب ہی تھے۔ حرف دانش میں نہج البلاغہ کا مختلف زاویوں سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مولائے کائنات کی حیات مبارکہ کے علاوہ نہج البلاغہ کے استناد پر بھی بحث ہے، اُس میں نہج البلاغہ کے نظریہ توحید کو بھی پیش کیا گیا ہے مولا کے زمانے میں سماجی نظام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور نہج البلاغہ کا تصور سیاست وحکمرانی وغیرہ بھی زیر بحث آیا ہے۔ غرض کہ اس میں ہر اُس موضوع وتصور کی ترجمانی کی گئی ہے جو جو نہج البلاغہ میں موجود ہے۔

دوسری کتاب نہج البلاغہ کے ہزار سال میں مولائے کائنات اور مؤلف نہج البلاغہ کے مختصر حالات کے علاوہ ہندوستان کے آٹھ دانشوروں کے مقالات شامل ہیں۔ جس میں نہج البلاغہ کی افادیت و اہمیت کے موضوع پر ڈاکٹر سید مہدی حسن جعفری حیدرآباد کا مقالہ، محمود حسن قیصر کا۔ ''نہج البلاغہ کا تنقیدی مطالعہ''، سردار نقوی کا مقالہ ''مستقبل کی نسلوں کے نام حضرت علی کا پیغام''، صادق نقوی حیدرآباد کا ''نہج البلاغہ میں اسلامی سماج کا نظریہ''، محمد باقر انصاری تہران کا مقالہ ''حضرت علی کی حکومت اور اس کا نظام'' شاہ محمد وسیم کا مقالہ بعنوان ''محنت کی قدر و مشقت کی آبرو نہج البلاغہ کی روشنی میں'' ڈاکٹر جے۔ ایس نرائن راؤ حیدرآباد کا مقالہ ''مذہب اور اقتصادیات'' کے عنوان سے اور ڈاکٹر صفدر علی بیگ کا تحریر کردہ مقالہ ''نہج البلاغہ تصوف اور صوفیاء'' شامل ہیں۔

۳۳۔ سید العلماء مولانا سید علی نقی النقوی (ولادت دسمبر ۱۹۰۵ء- وفات مئی ۱۹۸۸ء)

دنیائے اسلام کے لیے آیت اللہ حضرت مولانا سید علی نقی النقوی طاب ثراہ کی ذات قدسی صفات محتاج تعارف نہیں۔ ادب اسلامی کے لیے آپ کی خدمات جلیلہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ سید العلماء مرحوم نے دیگر اسلامی موضوعات کے علاوہ نہج البلاغہ کے استناد پر بھی ایک کتاب ''نہج البلاغہ کا استناد'' کے عنوان سے تصنیف فرمائی جسے امامیہ مشن لکھنؤ نے شائع کیا۔ نیز مفتی جعفر حسین صاحب کے ترجمہ نہج البلاغہ پر آپ نے جو مقدمہ لکھا ہے اُسی سے آپ کے، اس موضوع پر،

عمیق و وسیع مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس مقدمہ میں مولانا نے مدلل اور منطقی طریقہ اختیار کرتے ہوئے نہج کے استناد پر شامل وجامع و وقیع گفتگو فرمائی ہے۔

۳۴۔محمد تقی:- (۱۹۱۶ء- ۱۹۹۹ء) آپ کا شمار برصغیر کے ممتاز دانشوروں میں ہوتا ہے۔

امروہا میں پیدا ہوئے، آپ کے والد علامہ سید شفیق حسن ایلیاء بھی اپنے وقت کے جیّد علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ محمد تقی، تقسیم وطن کے بعد اپنے بھائیوں رئیس امروہوی اور جون ایلیاء کے ساتھ کراچی ہجرت کر گئے جہاں ایک مدت تک روزنامہ جنگ کے مدیر رہے۔ آپ نے ''نہج البلاغہ کا تصور الوہیت'' کے عنوان سے ایک بہت عالمانہ کتاب تحریر فرمائی جس میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، نہج البلاغہ میں بیان کردہ صفات الٰہیہ پر بڑے فلسفیانہ اور محققانہ انداز سے گفتگو کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۵ء میں کراچی سے شائع ہوئی اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

۳۵۔ پروفیسر وحید اختر (ولادت اگست ۱۹۳۴ء- وفات دسمبر ۱۹۹۶ء)

دور حاضر میں وحید اختر کا شمار برصغیر کے صف اول کے دانش وروں میں ہوتا ہے، آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں فلسفہ کے استاد تھے، اور متعدد وقیع واہم کتابوں کے مصنف۔ نیز تہران سے نکلنے والے انگریزی مجلّہ التوحید کے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک مدیر بھی رہے۔ نہج البلاغہ سے متعلق آپ نے ایک بہت جامع و بسیط مقالہ انگریزی زبان میں بعنوان:

Freedom in the Islamic Frame work of Human Rights with Special Reference to Nahj-al-Balagha.

تحریر فرمایا جو سب سے پہلے ۱۹۸۶ء میں، علی گڑھ سے نکلنے والے Aligarh Journal of Islamic Thought میں شائع ہوا۔ اس کے بعد یہی مقالہ تہران سے نکلنے والے انگریزی مجلّہ ''پیغام ثقلین'' کے جلد اول شمارہ اول میں اور اس کا اردو ترجمہ ۱۹۸۹ء میں دلّی سے نکلنے والے مؤخر الذکر مجلّہ میں شائع ہوا۔ اس مقالہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں حقوق انسانی کے تقریباً ہر پہلو کے احاطہ کی کوشش کی گئی ہے، چاہے وہ حقوق آزادی ہوں، حصول علم کا حق ہو، غلاموں کے حقوق ہوں، غیر مسلموں کے حقوق ہوں یا حقوق نسواں وغیرہ۔

۳۶۔محمود حسن قیصر:- (ولادت ۱۹/اگست ۱۹۱۹ء)

امروہہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید مقبول حسن تھا۔ والد سُنّی عقیدہ کے حامل تھے لیکن

قیصر صاحب نے ذاتی تحقیق اور گہرے مطالعہ کے بعد اپنا مسلک تبدیل کرلیا اور امامیہ مسلک سے وابستہ ہوگئے۔ محمود حسن قیصر کا شمار برصغیر کے اہم محققین میں ہوتا ہے نیز ہندوستان میں جو معدودے چند مخطوطہ شناس ہیں اُن میں ایک آپ بھی ہیں۔ آپ عمیق اور وسیع مطالعہ کے مالک ہیں۔ نہج البلاغہ کے سلسلے میں آپ کی کئی قلمی کاوشیں منظر عام پر آکر علمی حلقوں میں وادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ اس سے پہلے مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کے تذکرہ میں ہم نے نہج البلاغہ کا عربی ادب پر اثر کے بارے میں ذکر کیا تھا۔ قیصر صاحب نے اس موضوع پر بہت عمدہ اور وقیع کام بڑی عرق ریزی سے کیا۔ آپ کا یہ مقالہ کتابی شکل میں احباب پبلشرز لکھنؤ سے شائع ہوا۔ مزید برآں اسی کتاب میں آپ کا دوسرا مقالہ جامعین کلام امیر المومنین بھی شامل ہے جس میں آپ نے اُن تمام ادبا و مصنّفین کا ذکر کیا ہے جنھوں نے سید رضی سے قبل جناب امیرؑ کے کلام کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ کی ایک اور اہم کتاب رجال نہج البلاغہ کے نام سے ایران کلچر ہاؤس نئی دلّی نے ۱۹۹۱ء میں شائع کی۔ اس کتاب میں اُن تمام رواۃ کا تفصیلی ذکر ہے جنھوں نے امامؑ کے کلام کی روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ اسی موضوع پر آپ کے متعدد علمی و تحقیقی مضامین ملک و بیرون ملک کے مجلّات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان میں ایک مقالہ ''حدیث علی ادب سعدی کا اہم ماخذ'' (معارف اعظم گڑھ جلد ۹۳، شمارہ ۳) قابل ذکر ہے۔ اب بینائی کمزور ہوجانے کی وجہ سے لکھنے پڑھنے سے معذور ہیں جس کا انہیں بہت قلق ہے۔ چنانچہ راقم الحروف جب بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اس تکلیف و پریشانی کا اظہار ہمیشہ فرماتے ہیں۔

۳۷۔ شاہ محمد وسیم:- (ولادت ا/جنوری ۱۹۴۱ء)

شاہ وسیم صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کامرس کے پروفیسر تھے جہاں وہ صدر شعبہ اور ڈین فیکلٹی آف کامرس بھی رہے۔ کامرس کا پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ وسیم صاحب کو اسلامیات میں بھی اتنی ہی دلچسپی ہے اور خاص طور پر نہج البلاغہ سے۔ چنانچہ اپنے میدان کی مناسبت سے نہج البلاغہ پر انگریزی میں آپ نے تین مندرجہ ذیل کتابچے شائع کرائے۔

1. Socio-Economic Justice with Reference to Nahjul Balagha
2. Dignity of Labour with Reference to Nahjul Balagha
3. Trade with reference to Nahjul Balagha

ان مقالات کے علاوہ

Nahjul Balagha & Inter Religious under standing

نئ دلّی سے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا اور

Leadership in Govenence

اپریل ۱۹۹۵ء میں منعقد ہونے والی عالمی نہج البلاغہ کانفرنس کے موقع پر ایران ایمبیسی نئ دلّی کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب میں شامل ہے۔ انگریزی کے علاوہ آپ نے متعدد مقالے اردو میں بھی تحریر کیئے جو ''راہ اسلام'' نئ دلّی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔ حال ہی میں آپ کی علمی خدمات کے پیش نظر ایران کلچر ہاؤس کی طرف سے شہید مطہری ایوارڈ سے بھی آپ کونوازا گیا ہے۔

۳۸۔ مولانا ڈاکٹر محمد سیادت نقوی (ولادت نومبر ۱۹۴۲ء)

آپ کا تعلق امروہا کے ایک علمی و دینی خانوادہ سے ہے جس میں کئی پشتوں سے علم دین کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ آپ کے جدا مجد حجۃ الاسلام مولانا سید محمد عبادت اوّل جو آیت اللہ غفرانمآب کے تلامذہ میں سے تھے امروہا کے پہلے امام الجمعہ تھے۔ آپ کے والد گرامی حجۃ الاسلام مولانا سید محمد عبادت ثانی ہندوستان کے جیّد علماء میں سے تھے جنہوں نے عربی اور اردو زبان میں متعدد وقیع واہم کتابیں تصنیف کیں۔ مولانا موصوف بھی اپنی خاندانی روایت کے مطابق تصنیف وتالیف کے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ نہج البلاغہ سے متعلق بھی آپ نے ایک بہت عمدہ اور اچھی کتاب ''اسلامی نظریۂ عدالت نہج البلاغہ کی روشنی میں'' کے عنوان سے تحریر فرمائی جو ۲۰۰۴ء میں مولانا محمد عبادت ایجوکیشنل سوسائٹی رجسٹرڈ امروہا نے شائع کی۔ ابھی حال ہی میں آپ کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں ایران کلچر ہاؤس نئ دلّی نے آپ کو شہید مطہری ایوارڈ سے بھی نوازا ہے۔ آپ امروہا میں ہندو پوسٹ گریجویٹ کالج میں صدر شعبہ اردو بھی رہے۔

۳۹۔ اس حقیر پُر تقصیر راقم الحروف نے بھی اپنی جہالت اور کم مائیگی کے باوجود اس جانب کچھ کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس کی بھی دو کتابیں ایک عربی زبان میں ''دراسۃ فی منشورات الامام علیؑ'' جو حکومت ہند کے مالی تعاون سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی اور دوسری انگریزی میں An Introduction to Nahj-al-Balagha ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آئی۔

عہد نامہ مالک اشتر کے متعدد ترجمے اور اُس کے مطالعہ پر مبنی تصانیف بھی برصغیر میں منظر عام پر آتی رہیں۔ اُن میں بعض کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔

۴۰۔ علامہ رشید ترابی مرحوم کے ذریعہ انگریزی زبان میں کیا گیا ترجمہ Do's & Donts for succeful administration کراچی سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔

۴۱۔ علامہ ڈاکٹر محمد حسین اکبر کی تالیف کردہ کتاب ''مرتضوی نظام حکومت'' جو اس عہد نامہ کی روشنی میں نظام حکومت کا ذکر کرتی ہے، ادارہ منہاج الحسین پاکستان کی طرف سے ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آئی۔

۴۲۔ ''حسن حکومت کا ایک تاریخی فرمان قانون کی حکمرانی اور حقوق انسانی پر حضرت علیؑ کے فرمودات'' کے عنوان سے ماہر قانون پروفیسر طاہر محمود کے پیش لفظ کے ساتھ پروفیسر اختر مہدی کا مرتب کردہ ایک کتابچہ ایران کلچر ہاؤس نئی دلّی سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔

۴۳۔ پروفیسر آصف پاشا صدیقی کی تألیف ''نکتۂ جہاں بانی یعنی عہد نامہ مالک اشترؒ'' باب العلم دارالتحقیق کراچی سے دسمبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی۔

۴۴۔ مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ مجلّات و رسائل نے بھی ادب نہج البلاغہ کے فروغ میں حصہ لیا۔ ان میں سب سے اہم مجلّہ ''راہ اسلام'' ہے جو ایران کلچر ہاؤس نئی دلّی سے شائع ہوتا ہے اس مجلّہ کے مختلف شماروں میں متعدد مضامین و مقالات اس موضوع پر شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہم یہاں صرف اُن مقالات کا ذکر کرنا چاہیں گے جو ہندوستانی اسکالرس کے ذریعہ لکھے گئے یا پھر وہ مقالات جس کے مترجم کا نام شامل مقالہ ہے۔

۱۔ حضرت علیؑ کے خطبات و ارشادات شاہ محمد وسیم شمارہ ۱۸۰/اپریل تا جون ۲۰۰۱ء

۲۔ قرآن و نہج البلاغہ، شاہ محمد وسیم، شمارہ ۱۸۱ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء

۳۔ نہج البلاغہ اسلامی فلسفہ و عرفان کا سرچشمہ۔ رضا عباس علی گڑھ، شمارہ ۱۸۲، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء

۴۔ سیرت خاتم الأنبیاء نہج البلاغہ کی نظر سے، وصی جعفری (علی گڑھ) شمارہ ۱۸۷ جنوری تا مارچ ۲۰۰۳ء

۵۔ نہج البلاغہ میں علم طب، محمد رضا رجب نژاد، ترجمہ پروفیسر اختر مہدی، شمارہ ۱۸۹ جولائی

تا ستمبر ۲۰۰۳ء

۶۔ نہج البلاغہ جدید ادب کے منظر نامہ میں، حسن عباس فطرت، ایضاً

۷۔ مرد کامل نہج البلاغہ کی روشنی میں، مسعود انور علوی کاکوروی، شمارہ ۱۹۰، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۳ء

۸۔ انسانی حقوق اور نہج البلاغہ، رضا عباس (علی گڑھ)، شمارہ ۱۹۴ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء

۹۔ حضرت علی اور عصری علوم و معارف، وصی عقیل زائر، ایضاً

۱۰۔ آزادی بیان بحوالہ منشور حقوق بشر و نہج البلاغہ، پروفیسر شاہ وسیم شمارہ ۲۰۰ و ۱۹۹، جنوری تا جون ۲۰۰۶ء

۱۱۔ نہج البلاغہ: اقدار بشیرت و امن عالم کا سرچشمہ۔ اطہر رضا بلگرامی، شمارہ ۲۰۲، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۶ء

۱۲۔ امیر المومنین کے سیاسی افکار نہج البلاغہ کی روشنی میں رضا عباس علوی، ایضاً

۱۳۔ عرفان و تصوف: نہج البلاغہ کی روشنی میں۔ محمد تعظیم، خصوصی شمارہ، شمارہ ۲۰۹، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء

۱۴۔ ملفوظات و منقولات حضرت علیؑ۔ عراق رضا زیدی، شمارہ-۲۱۰ ۲۱۱ اکتوبر ۲۰۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء

۴۵۔ مجلّہ راہ اسلام کے علاوہ دلّی سے شائع ہونے والا مجلّہ ''توحید'' (اردو) میں بھی متعدد مضامین نہج البلاغہ کے مختلف پہلوؤں پر شائع ہوتے رہے۔ جن میں اکثر فارسی یا عربی سے ترجمہ ہوا کرتے تھے۔ شیخ محمد تقی رہبر کے بہت سے مضامین اس موضوع پر شائع ہوئے۔ ہندوستانی دانشوروں میں ایک نام حکیم محمد کمال الدین حسین ہمدانی مرحوم کا ہے جن کا ایک مقالہ ''اسلامی اخلاق نہج البلاغہ کی روشنی میں'' جلد ۲ شمارہ ۴، ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ء میں طبع ہوا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے ایک قلم کار سید منتظر عباس نقوی کے بھی متعدد مضامین اس موضوع پر توحید میں شایع ہوتے رہے۔

۴۶۔ یہ تو تھیں علماء کرام کی نثری کاوشیں۔ شعراء حضرات نے بھی اس طرف توجہ کی چنانچہ نہج البلاغہ کے کچھ منظوم ترجمے بھی شائع ہوئے۔ اس سے پہلے ہم نواب محمد حسن علی خاں خیر پوری کا ذکر کر چکے ہیں جنھوں نے سندھی زبان میں نہج البلاغہ کا منظوم ترجمہ کیا۔ اس سلسلے میں سید علی عباد

نیساں اکبرآبادی کا جناب امیرؑ کے مختلف خطبات کا منظوم اردو ترجمہ بھی قابل ذکر ہے جو انتخاب نہج البلاغہ منظوم کے عنوان سے ۱۹۹۹ء میں راولپنڈی سے شائع ہوا۔

۴۷۔ مذکورہ بالا کتابوں و مجلّات کے علاوہ یہاں چند مزید کتابوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا۔ یہ کتابیں نہج البلاغہ میں شامل کلام سے متعلق تو نہیں ہیں البتہ کلام امام اللغۃ والبلاغۃ سے متعلق ضرور ہیں۔ اس قسم کی کتابوں میں سب سے پہلے کتاب نہج الاسرار من کلام حیدر کرار تألیف و ترجمہ مولانا سید غلام رضا آقا مجتہد کا نام لیا جاسکتا ہے۔ جس کی جلد دوم میرے سامنے ہے جو ۱۴۰۲ھ میں حیدرآباد سے طبع ہوئی۔ اس کتاب میں مولاؑ علی کا وہ کلام جمع کیا گیا ہے جو نہج البلاغہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں ملتا ہے۔

۴۸۔ سید اشتیاق حسین تقوی کی ایک کتاب صحیفۂ معرفت، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۰ء مولائے کائنات کے بارے میں آیات قرآنی و احادیث نبوی کے علاوہ آپؑ کے دو خطبوں مؤنقہ و بے نقط کے متن و ترجمہ پر مشتمل ہے۔

۴۹۔ خطبۂ مؤنقہ کا اردو ترجمہ حجۃ الاسلام مولانا سید ظفر الحسن صاحب طاب ثراہ نے بھی فرمایا تھا جو مفتی جعفر حسین کے ترجمہ کے آخر میں شامل کتاب ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ ترجمہ بھی بلا الف ہے۔

۵۰۔ سید اصغر ناظم زادہ کی تالیف ''تجلیات حکمت'' جو مختلف موضوعات پر مولاؑ کے ۲۲۵ منتخب اقوال وحکم پر مشتمل ہے اس کا اردو ترجمہ حیدری کتب خانہ ممبئی سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا، اس کے مترجم سید قمر عباس ہیں۔

۵۱۔ ''شمائم فیض علیؑ'' نام کا ایک کتابچہ ۱۳۹۱ھ میں کراچی سے شائع ہوا جس میں خطبۂ مونقہ کا نثری ترجمہ از سرکار ناصر الملت طاب ثراہ اور ممتاز مانیوی کا منظوم ترجمہ شامل ہے۔

اب آخر میں چند معروضات ہیں: اول راقم الحروف کو اس بات کا اعتراف ہے کہ مذکورہ بالا کتابوں کے حوالے کوئی حتمی فہرست نہیں۔ دوم ہندوستان میں مسلم آبادی کی کثرت اور علماء کی اچھی خاصی تعداد کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر میں نہج البلاغہ پر ہونے والا کام نسبتاً بہت کم ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء و دانشور حضرات اس طرف توجہ دیں اور خاص طور پر یہ ذمہ داری علماء دین کی ہے کہ وہ عربی زبان سے بہتر طور پر واقف ہیں، اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ

ماہرین علوم جدیدہ کو اس طرف متوجہ کریں تا کہ نہج البلاغہ کا مطالعہ مختلف زاویوں سے کیا جائے۔

تیسری بات یہ کہ ہندی زبان ہندوستان کی اہم زبانوں میں سے ہے، تو ہندی اور اس کے ساتھ دیگر علاقائی زبانوں میں بھی ادب نہج البلاغہ کو متعارف کرایا جائے۔مزید برآں اس سلسلے میں ادارے بھی قائم کیئے جائیں جو باضابطہ طریقہ پر یہ کام انجام دیں تا کہ عوام میں نہج البلاغہ کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ ہوسکے، کیونکہ عوام اور خاص طور پر نئی نسل اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہے۔ حیدرآباد میں ایک نہج البلاغہ سوسائٹی ہوا کرتی تھی جس کے نگراں حسین ضابط صاحب تھے۔ یہ سوسائٹی غالباً ۱۹۸۸ء تک سرگرم رہی، اس نے کچھ انگریزی زبان میں کتابچے بھی چھاپے تھے۔

حواشی و مصادر

۱۔ النجاشی، کتاب الرجال، مطبوعہ ممبئی، ۱۳۱۷ھ صفحہ ۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ۶، صفحہ ۱۶۸، مطبوعہ بیروت، ۱۹۵۷ء

۳۔ النجاشی، کتاب الرجال، صفحہ ۷ والطوسی، الفہرست جلد اول، صفحہ ۶۲، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ۱۸۵۳ء۔

۴۔ الطوسی، الفہرست جلد ۲، صفحہ ۱۴۸۔

۵۔ مسعودی کا پورا نام ابو الحسن علی بن الحسین بن علی تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود کے اولاد میں تھا، عقائد کے اعتبار سے معتزلی، اہل بغداد میں سے تھا لیکن مصر میں قیام رہا اور وہیں ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔ اس کی کتابوں میں مروج الذہب و معادن الجوہر، التنبیہ والاشراف وحدائق الأذہان فی اخبار آل محمد علیہ السلام وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (الاعلام جلد ۵، صفحہ ۸۷ و الفہرست از ابن الندیم صفحہ ۲۱۹)

۶۔ مسعودی، مروج الذہب جلد ۲، صفحہ ۴۳۱، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۶۴ء۔

۷۔ وفیات الاعیان جلد اول، صفحہ ۴۲۳۔

۸۔ مرتضیٰ حسین فاضل ''مطلع انوار'' میں محمد بن علی بن خاتون (متوفی ۱۰۷۰ھ) کے احوال میں لکھتے ہیں کہ ''ابن خاتون نے حیدرآباد میں مساجد و شفا خانے بنوائے، سرائیں تعمیر کیں، علماء و فضلاء کو بڑے تحفوں سے نوازا.... مدرسہ بنوایا، تصنیف و تالیف اور مصنفین کی امداد کرتے، چنانچہ ملا علی بن طیفور کا ترجمہ ''عیون اخبار الرضا'' اور ملا حسین آملی کی شرح نہج البلاغہ وغیرہ ابن خاتون علیہ الرحمۃ کے معارف پروری کے ثمر ہیں'' صفحہ ۴۷۴۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ حسین نے یہ شرح حیدرآباد کے دوران قیام ہی تحریر فرمائی۔

۹۔ عبداللہ قطب شاہ، دکن کی قطب شاہی سلطنت کا ساتواں بادشاہ جس نے ۱۶۲۵ء سے ۱۶۷۲ء تک

حکومت کی۔

۱۰۔ آغا بزرگ تھرانی، طبقات اعلام الشیعۃ القرن الحادی عشر، مطبوعہ بیروت ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۶۹۔
الذریعہ جلد ۱۴، صفحہ ۱۲۴ و تذکرہ بے بہاء از مولانا سید محمد حسین نوگانوی، مطبوعہ دہلی ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۲۰، و مطلع انوار از مرتضیٰ حسین فاضل مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء، صفحہ ۱۸۹۔

۱۱۔ الذریعہ جلد ۱۴، صفحہ ۱۳۵ و مطلع انوار صفحہ ۱۶۴۔

۱۲۔ مطلع انوار، صفحہ ۵۵۹۔

۱۳۔ تذکرۂ بے بہاء صفحہ ۲۲۹ تا صفحہ ۲۳۱۔

۱۴۔ الذریعہٗ جلد ۱۴، صفحہ ۱۳۰۔

۱۵۔ مطلع انوار، صفحہ ۱۱۰۔

۱۶۔ ایضاً صفحہ ۳۶۵ و الذریعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۲ و بے بہاء صفحہ ۲۳۹۔

۱۷۔ بے بہاء صفحہ ۱۶۴ و مطلع انوار صفحہ ۲۴۵۔

۱۸۔ الذریعہٗ جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۱۔

۱۹۔ مطلع انوار صفحہ ۳۴۸۔

۲۰۔ ایضاً صفحہ ۱۸۷۔

۲۱۔ الذریعہٗ جلد ۱۴، صفحہ ۱۴۲۔

۲۲۔ مطلع انوار صفحہ ۳۹۸۔

۲۳۔ تذکرۂ بے بہاء صفحہ ۱۴۱، مطلع انوار صفحہ ۸۸۔

۲۴۔ تذکرۂ بے بہاء صفحہ ۳۸۳۔

۲۵۔ ایضاً، صفحہ ۵۰، الذریعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۶ و مطلع انوار صفحہ ۴۸۳۔

۲۶۔ الذریعہٗ جلد ۱۴ صفحہ ۱۴۱۔

۲۷۔ بے بہاء صفحہ ۲۵۹۔

۲۸۔ الذریعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۶ و مطلع انوار صفحہ ۲۵۸۔

۲۹۔ مطلع انوار صفحہ ۲۹۵۔

۳۰۔ ایضاً صفحہ ۲۹۴ و الذریعہٗ جلد ۱۴ صفحہ ۱۳۰۔

۳۱۔ مطلع انوار صفحہ ۳۵۴۔

۳۲۔ ایضاً صفحہ ۲۱۵۔

۳۳۔ نہج البلاغہ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، صفحہ ۷۷۔

۳۴۔ ایضاً صفحہ ۱۴۳۔

۳۵۔ دیکھئے ثقافتہ الہند، جلد اول شمارہ اول۔

۳۶۔ تذکرہ علماء امروہا از سید شہوار حسین نقوی، مطبوہ وظیفہ سوسائٹی امروہا ۲۰۰۳ء، صفحہ ۱۶۳۔